باسمہ سبحانہ

قل هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني سبحان الله وما انا من المشركين

میرا طریقہ تو یہ ہے کہ میں لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرا پیرو دونوں مضبوط دلیل پر ہیں اور خدا ہر عیب و نقص سے پاک و پاکیزہ ہے اور میں مشرکین سے نہیں ہوں۔

(ترجمہ فرمان)

کتاب مستطاب

اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ

از قلم حقیقت رقم

سرکار محسن الصادقین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین مدظلہ العالی علی رؤس المومنین

ناشر مکتبہ السبطین 296/9 بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

باسمہ سبحانہ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

"میرا طریقہ تو یہ ہے کہ میں لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں، میں اور میرا پیرو دونوں مضبوط دلیل پر ہیں اور خدا ہر عیب و نقص سے پاک و پاکیزہ ہے اور میں مشرکین سے نہیں ہوں"

(ترجمہ فرمان علی)

کتاب مستطاب

اصول الشریعہ

فی

عقائد الشیعہ

SIBTAIN.COM

از قلم حقیقت رقم

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین مدظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

ناشر

مکتبۃ السبطین ۲۹۶/۹ بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

باسمہ سبحانہ

"والدہ مرحومہ کے نام"

اگر سیاہ دلم داغ لالہ زار توام
وگر کشادہ جبینم گل بہار توام

چونکہ والد مرحوم و مغفور کا سایہ عاطفت صغر سنی میں سر سے اٹھ گیا تھا۔ لہٰذا میں بفضلہ تعالیٰ شیدائی سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام والدۂ مرحومہ کے ہی حسن تربیت سے اس قابل ہوا کہ آج اپنی بساط و بضاعت کے مطابق کچھ خدمت دین مبین کر رہا ہوں۔ اس لئے میں اپنی اس ناچیز کتاب کو ان کے نام کے ساتھ معنون کر کے اس حقیر دینی خدمت کا ثواب بطفیل سرکار ولی عصر و امام زمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ ان کی تربت پر نثار کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آپکا
احقر محمد حسین نجفی عفی عنہ سرگودھا
ستمبر ۱۹۹۶ء

کتابت	سید نفیس ابن وزیر قریشی
طباعت	شاہی پریس سرگودھا
قیمت	۱۵۰/ روپے
بار	چہارم
اگست ۲۰۰۰ء	

پہلا باب

انبیاء و ائمہ علیہم السلام کی علیحدہ نوع ہونے یا بنی نوع انسان کے ہی اکمل افراد ہونے کا بیان

اہل قرآن و بعض غلاۃ اور مفوضہ کے خود ساختہ عقائد و نظریات میں سے ایک نظریہ فاسدہ یہ بھی ہے کہ انبیاء و ائمہ علیہم السلام نوعِ انسانی کے افراد کامل نہیں بلکہ ان کی نوع علیحدہ ہے۔ اس غلط عقیدہ کی بنیاد انہوں نے ایک عجیب مفروضہ پر قائم کی ہے چونکہ بر منطق نوع کے لئے "جنس" و "فصل" کا ہونا ضروری ہے جس سے کہ نوع عالم وجود میں آتی ہے اس لئے ان لوگوں نے ان ذوات مقدسہ کی جنس "بشر" اور فصل "وحی" کو قرار دیتے ہوئے علیحدہ نوع تجویز کی ہے اس سلسلہ میں ان کے بیانات کا خلاصہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے۔

"تعریف نبی جو خداوند عالم نے کی ہے وہ اپنے افراد پر حاوی ہے اور غیر افراد اس میں داخل نہیں ہو سکتے" قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی "لفظ بشر" جنس ہے تمام انسان بشر میں شریک ہیں اور مساوی ہیں اور نبی بھی بشر ہے۔ فصل ممیز "یوحیٰ الی" ہے جو نبی کو عام انسانوں سے جدا و ممیز کرتی ہے جس طرح "انسان حیوان ناطق" یا "الانسان حیوان ناطق" انسان حیوان ناطق ہے یا انسان وہ حیوان ہے جو نطق رکھتا ہے۔ یہی حیوان جنس ہے جس میں تمام انسان و حیوان شریک و مساوی ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان حیوان میں شریک ہونے سے گھوڑا، گدھا بن جائے۔ اسی طرح انسانوں میں نبی بشر کی حیثیت سے شریک ہونے میں نبی عام انسان زید، بکر جیسا نہیں بن جائے گا۔ ناطق یا نطق ملانے سے انسان تمام حیوان سے ممیز و ممتاز ہو جائے گا۔ اسی طرح لفظ بشر جنس ہے اور "یوحیٰ الی" ملانے سے نبی دوسرے بشروں اور انسانوں سے جدا و ممتاز ہو جائے گا۔ نہ نطق میں حیوان شریک ہے نہ عام انسان "یوحیٰ الی" میں شریک ہے نطق صرف انسان کی صفت ہے اور وحی صرف نبی کی صفت ہے لہٰذا نبی اور عام انسانوں میں وہی فرق ہے جو عام حیوان اور انسانوں میں فرق ہے۔"

SIBTAIN.COM

اس نظریہ کے ابطال اور انبیاء و ائمہ کے نوع انسانی کے اکمل افراد ہونے کے اثبات پر دلائل قرآن کریم، احادیث معصومین، اتفاق علماء کاملین اور عقل سلیم کی روشنی میں

یہ دور دین ایمانی پر مطلق دستور رہا ہے کہ یہ نظریہ فاسدہ قرآن کریم، تعلیمات معصومین، اتفاق

متقدمین و متاخرین اور مسلمات عقل سلیم کے سراسر خلاف ہونے کی وجہ سے واجب الرد اور قطعاً ناقابل قبول ہے۔ ہم ذیل میں اس کے ابطال پر چند عقلی و نقلی دلائل قواعد و براہین ساطعہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ اس اعتقاد کا بالکل بے بنیاد ہونا تمام دنیا پر واضح و عیاں ہو جائے۔

پہلی دلیل

یہ قیاسی نظریہ ان حضرات کے علم معقول (منطق و فلسفہ وغیرہ) سے بالکل تہی دامن ہونے پر دلالت کرتا ہے ورنہ اس فن کے طفل مکتب بھی یہ حقیقت جانتے ہیں کہ جنس و فصل کا شمار ذاتیات شئی میں ہوتا ہے۔ ذکر ذاتیات؎ ہیں۔ یعنی انواع عالم میں سے کوئی بھی نوع جنس و فصل کے بغیر کتم عدم سے نکل کر منصۂ شہود پر قدم نہیں رکھ سکتی۔ خلاصہ یہ کہ جنس و فصل کے بغیر کسی بھی نوع کا وجود میں آنا محال ہے کیونکہ اس کی ماہیت و حقیقت کی ایک جزء جنس اور دوسری جزء فصل ہے۔ بنا بریں یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ کوئی بھی نوع کسی وقت بھی (جنس کی طرح) اپنی فصل سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ شرح مطالع سطر ۵ اسماعیلیہ ص۳۸ پر ذاتی کے یہ معنی لکھے ہیں۔ "وهو ما يكون جزء ماهية الشيء" جو کسی ماہیت و حقیقت کی جزء ہو پھر صفحہ ۳ پر بیان کیا ہے کہ اس کی دو قسمیں ہیں "والذاتي اما جنس او فصل" ایک کا نام جنس ہے اور دوسری کا فصل ہے۔ اور صفحہ ۲ پر ذاتی کے خواص شمار کرتے ہوئے لکھا ہے "والذاتي يمتنع رفعه عن الماهية اي اذا تصور مع الماهية امتنع الحكم بسلبه عنها و يجب اثباته لها اي لا يمكن تصورها الا مع تصوره - موصوفة بها و يتقدم عليها في الوجود الذهني والخارجي ١٢" یعنی کسی شئی کی ذاتی کا اس سے علیحدہ ہونا ناممکن ہے۔ یعنی جب بھی شئی کے ساتھ ذاتی کا تصور کیا جائے تو اس کا اثبات شئی کے لئے واجب اور علیحدگی محال ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ کسی شئی کا تصور بھی اس کی ذاتی کے بغیر ناممکن ہے اور یہ ذاتی اس شئی پر وجود ذہنی و خارجی میں مقدم ہوتی ہے (تقدم الجزء على الكل)

اسی طرح کتاب نقد الافکار فی المنطقیہ ص۲۹ پر ذاتی کے خصوصیات شمار کو بیان کرتے ہوئے پہلی خصوصیت یہی لکھی ہے کہ "عدم تحقق الشيء بدونه" کہ شئی اس کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتی۔

پھر تیسری خصوصیت یہ بیان کی ہے کہ "ما كان بين الثبوت للشيء و ممتنع الحكم بسلبه" یعنی اس کا ثبوت شئی کے لئے بین ہو (محتاج دلیل نہیں) اور اس سے جدا ہونا محال ہو۔ اور پانچویں خصوصیت یہ تحریر فرمائی ہے کہ "ما يتقدم على الشيء في الوجود الذهني والخارجي تقدماً ذاتياً لاحتياج ذاته اليها بحسب الوجود" یعنی ذاتی وہ ہوتی ہے جو شئے سے اس کے وجود ذہنی و خارجی میں تقدم ذاتی رکھتی ہو کیونکہ شئی اپنی ذات و ماہیت میں اس کی طرف محتاج ہوتی ہے۔" بالکل یہی افادہ منطق کی مشہور کتب حمد اللہ اور قاضی وغیرہ میں فرمایا گیا ہے۔ الغرض یہ ایک ایسی مسلّم حقیقت ہے

؎ جیسا کہ اب متن میں مذکور ہے اسی طرح جیسا کہ ابتدائی ہم نے قاضی کے ساتھ حمد اللہ کا بھی حوالہ دیا تھا۔ اس پر لکھنؤ کے بعض ممتاز الافاضل (باقی اگلے صفحہ پر)

کہ کوئی معمولی پڑھا لکھا اور عقلمند انسان اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ جس طرح نطق کے بغیر جو کہ اس کی فصل ہے، انسان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ (بلکہ حیوان ناطق) تو اگر اسی طرح وحی، نبی کی فصل ہے تو اس کے بغیر نبی کا تصور بھی ناممکن ہوگا۔ ہمارے حقائق آیئے اس بات کا جائزہ لیں کہ آیا وحی ذات نبی میں داخل ہے یا نہ؟ کیا نبی کا وجود اس کے بغیر متحقق ہو سکتا ہے یا نہ؟ اس مسئلہ میں قرآن مجید کی صریح نصوص موجود ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ وحی نبی کی ذات میں داخل نہیں ہے اور اس کے بغیر نہ صرف نبی کا تصور ممکن ہے۔ بلکہ وجود خارجی بھی ممکن ہے۔ یہاں صرف ایک آیت پیش کی جاتی ہے۔ ارشاد قدرت ہے وکذلک

اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورا نھدی بہ من نشاء

(پ ۲۵ سورہ شوریٰ ع ۵) اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے روح الامین کو تمہاری طرف وحی کے ساتھ بھیجا ہے جس کے پہلے تم یہ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے۔ اور نہ یہ کہ تعلیم ایمان کیا چیز ہے لیکن ہم نے اس کو ایک نور قرار دیا جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں ہدایت کریں۔ (ترجمہ فرمان علی) اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے امر سے ایک روح وحی کی (تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ ہی ایمان لیکن ہم نے اسے نور قرار دیا ہے جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵) اس بات پر ان مبلغین نے اپنی جو اپنی کتاب میں "مدرسین کو کتب درسیہ کا بھی علم نہیں ہے" کا عنوان قائم کر کے غلط جذبات کی رو میں بہہ کر اپنی علمی عجز کے تقاضوں سے مجبور ہو کر لکھنؤ کے نصاب تعلیم کی تعریف کرتے ہوئے پاکستان کے نصاب مولوی فاضل کے ساتھ ساتھ منشی فاضل جیسے مرکز علم دینیات کے نصاب تعلیم پر بھی اعتراضات کر دیئے اور یہ نہ سوچا کہ منشی فاضل کا نصاب و مقام تو بہت اونچا ہے خود مولوی فاضل کا درس دینا ہے کہ ہم نے لکھنؤ کے کئی مستند ملا فاضل پاس حضرات کو کئی کئی بار امتحان مولوی فاضل دیتے اور اس میں ناکام ہوتے دیکھا ہے۔ بہرحال یہ صاحب کہنا یہ چاہتے تھے کہ یہاں حمد اللہ کا نام غلط لکھا گیا ہے کیونکہ یہ مسئلہ منطق کی بحث تصورات سے متعلق ہے اور حمد اللہ میں سرے سے یہ بحث ہے ہی نہیں۔ کیونکہ وہ صرف تصدیقات کے مباحث پر مشتمل ہے۔ انہوں نے یہ تنقید شدید کرتے وقت یہ نہ سوچا کہ بعض اوقات ایک فن کے بعض مباحث متعلقہ کتب میں ضمنی حیثیت سے دوسرے بعض فنون میں بھی آجاتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے متعلقہ مسئلہ کی یہی کیفیت ہے اور اس کا اصل مقام گو بحث تصورات ہی ہے مگر ضمنی حیثیت سے تصدیقات میں بھی آگیا ہے لیجئے ہم اس کے مقام کی نشاندہی کئے دیتے ہیں حمد اللہ صفحہ ۶۸ طبع مفید عام لاہور مع حاشیہ فاضل تو کی میں حصول نتائج متعارفہ کے ضمن میں لکھا ہے: فان الجنس والفصل والنوع وان کانت موجودۃ بوجود واحد (یعنی اگرچہ جنس، فصل اور نوع ایک ہی وجود سے موجود ہیں) اس کے حاشیہ نمبر ۲ پر فاضل تو کی نے یہ فاضلانہ حاشیہ لکھا ہے: حاصلہ ان کلامہ ان الجنس والفصل والنوع وان کانت موجودۃ بوجود واحد بالذات ومتحدۃ فیما بینھما اتحاداً کذلک کما ھو الحق الا ان مفھوم الجنس والفصل واحد فی مفھوم النوع فلا یتصور وجودہ فی مرتبۃ من المراتب الا ویکون وجودھما فی ضمنہ الخ (رشتہ) یعنی اس کلام کا ماحصل یہ ہے کہ جنس، فصل اور نوع اگرچہ بالذات ایک ہی وجود کے ساتھ خارج میں موجود ہیں (باقی دیکھو صفحہ ۶)

اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے روح (القدس) کو تمہاری طرف وحی کے ساتھ بھیجا جس کے پہلے تم یہ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ کہ (تعلیم) ایمان کیا چیز ہے لیکن ہم نے اس کو ایک نور قرار دیا جس کے ذریعے سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں ہدایت کر دیں (ترجمہ مقبول)

ہم اس وقت اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے کہ آنحضرت کی خلقت کے بعد کتنا وقت ایسی حالت میں گزرا کیا یہ کیفیت کسی وقت میں تھی (یا مکان میں) یا صرف ایک حالت تھی؛ کیونکہ اس موضوع پر آج سے قریباً نصف صدی پہلے بعض علماء میں بہت بحثیں ہو چکی ہیں۔ اور اس سلسلہ میں بعض مستقل کتابیں بھی منظر عام پر آ چکی ہیں۔ بہر کیف ہمارا مقصد الفاظ یہاں اس قدر ہے تو اس آیت مبارکہ سے بعبارۃ النص واضح ہوتا ہے کہ ایک وقت (اگرچہ بالکل مختصر ہی) ایسا ضرور تھا۔ کہ آنحضرت تو موجود تھے (خلقت اولی روحانی و نورانی ہی سہی) لیکن ہنوز وحی کا سلسلہ جاری نہیں ہوا تھا۔ اور نہ ہی ابھی روح القدس کے ساتھ ربط قائم ہوا تھا۔ مزید اطمینان قلب کے لئے اس آیت مبارکہ کی جو تفسیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ ملاحظہ کریں۔ انہ سئل عن العلم اھو شیء یتعلمہ العالم من افواہ الرجال ام فی الکتاب عندکم تقرؤنہ فتعلمون منہ قال الامر اعظم من ذلک واوجب اما سمعت قول اللہ عزوجل وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ثم قال ای شیء یقول اصحابکم فی ھذہ الایۃ ایقرون انہ کان فی حال ما یدری ما الکتاب ولا الایمان فقلت لا ادری جعلت فداک ما یقولون قال بلی قد کان فی حال لا یدری ما الکتاب ولا الایمان حتی بعث اللہ عزوجل الروح التی ذکر فی الکتاب فلما اوحاھا الیہ علم بھا العلم والفھم وھی الروح التی یعطیھا اللہ عزوجل من شاء فاذا اعطاھا عبدا علمہ الفھم یعنی امام سے اس کے علم کے متعلق سوال کیا گیا۔ کہ عالم (امام) لوگوں کے مونہوں سے اسے حاصل کرتا ہے۔ یا آپ کے پاس کسی کتاب میں لکھا ہوا ہے جسے آپ پڑھ کر معلوم کر لیتے ہیں؟ آنجناب نے فرمایا اصل حقیقت اس سے اہم و اوجب ہے۔ کیا تم نے ارشاد قدرت نہیں سنا وکذلک اوحینا الیک روحا پھر فرمایا تمہارے اصحاب اس آیت کے متعلق کیا کہتے ہیں کیا وہ یہ اقرار کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت پر ایسی حالت بھی گزری ہے

(بقیہ حاشیہ) ہیں اور دونوں (وجود خارجی و ذہنی) میں ان کے درمیان ایسا یگانگی و اتحاد پایا جاتا ہے کہ جنس و فصل کا مفہوم نوع کے مفہوم میں اس طرح داخل ہے کہ کسی (خارجی یا ذہنی) مرتبہ وجود میں نوع کا تصور بھی ان دونوں کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ اس پوری عبارت بالعموم اور خط کشیدہ مقام پر بالخصوص کڑی نظر ڈالیں۔ کیا یہ بعینہ ہمارا متعلقہ مسئلہ نہیں ہے؟ ایسے حضرات پر یہ شعر پوری طرح منطبق ہوتا ہے:

وقل للذی یدعی فی العلم فلسفۃ — حفظت شیئا وغابت عنک اشیاء

ہمارا خلاصہ منظوم ہے کہ ۔ تم کو دعوے ہمہ دانی کا ہے کرتی تو لازم ہے شعور (منہ عفی عنہ)

SIBTAIN.COM

کہ وہ کتاب و ایمان کو نہ جانتے تھے۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے تو معلوم نہیں کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ امام نے فرمایا کہ ہاں ایک حالت ایسی تھی کہ آنحضرت نہیں جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے اور کتاب کیا ہے یہاں تک کہ خداوند عالم نے وہ روح ان کو عطا کی جس کا ذکر اس نے قرآن میں فرمایا ہے پس جب خدا نے یہ روح ان کو عطا فرمائی تو اس وقت ان کو خاص علم و فہم عطا ہو گیا پس یہ وہ روح ہے کہ اپنے بندوں میں سے خدا جس (نبی یا امام) کو عطا فرما دے تو اسے اس کے ذریعہ سے خاص علم و فہم بھی عطا فرما دیتا ہے (تفسیر صافی ص۴۶۰ و تفسیر برہان ج۴ ص۱۳۳، اصول کافی ص۱۶۷) اور بھی کتب کے انہی صفحات پر اس امر کے بھی مختلف، متعدد احادیث موجود ہیں کہ اس روح سے روح القدس مراد ہے۔"

لہٰذا ان حقائق کی روشنی میں روز روشن کی طرح یہ حقیقت واضح و آشکار ہو جاتی ہے کہ کوئی بھی کلمۂ نفس مستحق نہیں قرار دیا جا سکتا البتہ شرعی وحی خدا قبل نبوت و رسالت میں حصہ ہے وضاحت الحق ما یوجد فی الشیٔ ولا یوجد فی غیرہ یعنی کسی چیز کا خاصہ وہ ہوتا ہے جو اس کے بغیر کسی اور چیز میں نہ پایا جائے۔ مگر خاصہ کا شمار عرضیات میں ہی ہوتا ہے نہ ذاتیات میں کما لا یخفی علی اولی الابصار۔ ہاں اگر حضرات اہل منطق کی اصطلاح کے خلاف صنف میرے مراد خاصہ ہی لیتے ہیں تو یہ اور بات ہے ولا مشاحۃ فی الاصطلاح لیکن اس سے ان ذوات مقدسہ کی نوع علیحدہ ثابت نہیں ہو سکتی۔ کما ھو اوضح من ان یخفی۔

SIBTAIN.COM

ہ اس مقام پر اکثر جواب خواں نیز شارحین نے عجیب گل کھلائے ہیں۔ کہ جو جی میں آیا ہے لکھ دیا ہے اور عجیب اتہام لگائے ہیں۔ مگر کوئی علمی و تحقیقی چیز پیش نہیں کر سکے اور نہ ہی وہ ان کے بس کا روگ ہے بعض نے یہ لکھا ہے کہ آیت میں آنحضرت علیہ السلام سے انتفاء العلم کا ہے یعنی آنحضرت کو بعد از بعثت بھی یہ نہیں کہتی اس وقت کتاب و ایمان کا علم بھی نہ تھا۔ یہ درست ہے کہ قضیہ سالبہ بعض اوقات انتفاء موضوع سے بھی صادق آتا ہے جس طرح کہ انتفاء محمول سے صادق آتا ہے۔ مگر یہ فیصلہ قرائن حالیہ و مقالیہ دیکھ کر ہی کیا جا سکتا ہے کہ کس جگہ اس کا صدق محمول کے انتفاء سے ہے اور کہاں موضوع کے منتفی ہونے کی وجہ سے اس مقام پر جب روایات اہل بیت میں صراحت موجود ہے کہ "کان فی حال لا یدری ما الکتاب ولا الایمان" یعنی ایک ایسی حالت بھی تھی کہ آنحضرت تو تھے مگر علم کتاب و ایمان نہ تھا۔ تو بعد ازیں بھی یہ کہنا کہ یہاں قضیہ سالبہ بانتفاء موضوع ہے تفسیر بالرائے نہیں تو اور کیا ہے؟

اور بعض نے یہ تحقیق انیق فرمائی کہ اس مقام پر وحی سے مراد فطری وحی ہے جس طرح آیت واوحینا الی النحل میں ہے شہد کی مکھی کو وحی کی ہے فطری وحی مراد ہے یعنی ہم نے یہ چیز اس کی فطرت میں ودیعت کر دی۔ اور یہ قیاس کرنے والے نے اتنا بھی نہ سوچا کہ یہ قیاس اور وہ بھی مع الفارق ہے جو صد اصل باطل ہے۔ اشرف الانبیاء کا قیاس شہد کی مکھی پر کرنا۔ کیا اس میں شان رسالت کا استخفاف نہیں؟ حالانکہ اہل بیت کی روایات متظافرہ میں وارد ہے کہ یہاں "اوحینا الیک روحا من امرنا" سے مراد روح القدس ہے جیسا کہ تفسیر قمی، صافی اور برہان وغیرہ ایسی احادیث سے لبریز ہیں۔ ان تمام ارشادات معصومین کو اپنے زعم باطل کے خلاف پا کر
([illegible])

دوسری دلیل ایک مسلم الثبوت عقلائی قاعدہ ہے کہ دلیل کا عموم و خصوص میں دعویٰ کے مطابق ہونا چاہیئے یعنی یہ کہ اگر دعویٰ عام ہو تو دلیل بھی عام ہونی چاہیئے۔ اور اگر دعویٰ خاص ہو تو دلیل بھی خاص ہونی چاہیئے لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے یعنی دعویٰ تو عام ہے مگر دلیل خاص ہو کر عند العقلاء باطل ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ دعویٰ تو یہ ہے کہ انبیاء اور ائمہ ہر دو کی نوع علیحدہ ہے مگر دلیل میں صرف وحی کو نفس ممیزہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے کہ جز جنس اور دوسری فصل ہے۔ اب قابل طلب امر یہ ہے کہ آیا اس وحی سے مراد تشریعی و تبلیغی وحی ہے یا وحی غیر تشریعی؟ اگر پہلی شق کو اختیار کیا جائے کہ اس سے وحی تشریعی مراد ہے (کما ہو الحق) تو پھر یہ دلیل (بنا بر تسلیم و دون اثباتہ خرط القتاد) زیادہ سے زیادہ انبیاء کی نوع کے علیحدہ ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ائمہ علیہم السلام پر تشریعی وحی کے نازل نہ ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع و اتفاق ہے۔ اور اس کا قائل دائرہ اسلام سے خارج ہے چنانچہ حضرت شیخ مفید علیہ الرحمہ اوائل المقالات ص۵۳ پر رقمطراز ہیں وانما منعت من نزول الوحی علیہم والایحاء بالاشیاء الیہم للاجماع علی المنع من ذلک والاتفاق علی انہ من زعم ان احدا بعد نبینا یوحی الیہ فقد اخطأ و کفر۔ یعنی میں نے اس لئے ائمہ اطہار پر وحی تشریعی کے نزول کو ممنوع قرار دیا ہے کیونکہ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور ان کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ آں حضرت کے بعد کسی شخص پر وحی ہوتی ہے وہ خطاکار بلکہ کافر ہے۔ اسی طرح محقق جلیل جناب سید علی خان ریاض السالکین (ص۳۰۰) پر فرماتے ہیں الوحی من خواص الرسالۃ" یعنی وحی رسالت و نبوت کے خواص میں سے ہے اور اگر دوسری شق اختیار کی جائے یعنی اس سے مراد غیر تشریعی وحی لی جائے۔ تو وہ صرف ائمہ کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ ایسی وحی غیر انبیاء و ائمہ کو بھی ہوتی رہتی ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے واوحینا الی ام موسیٰ ہم نے مادر موسیٰ کو وحی کی۔ واوحینا الی النحل ہم نے شہد کی مکھی کو وحی کی وغیرہ سے ظاہر ہے۔ لہٰذا یہ وحی نبی یا امام کی نفس ممیزہ کیونکر ہو سکتی ہے؟ یہی تھے وہ اسباب جو یوں پاک ہو گئے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۷۹) نظر انداز کرتے ہوئے مذکورہ بالا فاسد نظریہ قائم کر لیا۔ تفسیر بالرائے کی بدترین مثال ہے (من فسر القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار) (تفسیر صافی ص۸ وغیرہ) اور بعض نے خوف خدا سے بالا ہو کر ہم پر یہ افتراء پردازی کی کہ ہم نے چالیس برس تک جناب رسول خدا کو جاہل لکھا ہے (معاذ اللہ) چالیس برس تو بجائے خود ہماری عبارت میں کہیں آنحضرت کی ظاہری جسمانی خلقت تک کا بھی کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ بلکہ عبارت کے سیاق و سباق میں غور و تدبر کرنے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ یہاں خلقت روحانی و نورانی کے وقت کا تذکرہ ہے کہ خدا نے آنحضرت کو خلق کرنے کے بعد روح القدس سے ان کا ارتباط قائم کیا اور اس کے ساتھ ہی علم و ایمان اور دیگر نبوت کے فیضان کا سلسلہ جاری ہو گیا جو اب تک برابر جاری ہے۔ اور اس بیان کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ علم ان حضرات کی ذات میں داخل نہیں۔ بلکہ عطیہ پروردگار ہے لہٰذا کچھ نا سمجھ لوگ تو چونکے گا۔ کہ خدا نے ان کو پیدا کیا۔ اور پھر علم عطا کیا ہے آخر یہ بات حق ہے انشاء کر دیا۔ ہدوا الی الطیب من القول وہدوا الی صراط الحمید (منہ عفی عنہ)

تا ہریں حقائق تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ دعویٰ بلا دلیل و برہان ہے لہٰذا ناقابلِ قبول ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین!

تیسری دلیل

اس لاسہ عقیدہ میں بشر کو جنس قرار دیا گیا ہے۔ یہ ان حضرات کے علم معقولات سے ناواقفیت کی ایک بین دلیل ہے۔ کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ بشر و انسان ایک ہی حقیقت کے دو مختلف نام ہیں (تفصیل چوتھی دلیل میں آ رہی ہے) اور انسان حقیقی نوع ہے (بالاتفاق) اور یہ حقیقت اربابِ منطق کے نزدیک مسلّم ہے کہ کوئی نوع حقیقی ہرگز جنس نہیں ہو سکتی۔ بنا بریں بشر کو جنس تصور کر کے انبیاء و ائمہ کی کس طرح علیحدہ نوع تسلیم کی جا سکتی ہے؟ ان ھذا الا اختلاق

چوتھی دلیل

اس نظریہ میں ان حضرات نے انبیاء و ائمہ کو بشر تسلیم کرنے کے باوجود انسانوں کے علاوہ ان کی علیحدہ نوع تسلیم کر کے جہاں علم معقول سے اپنی تہی دامنی کا ثبوت دیا ہے (جیسا کہ ابھی اوپر ثابت کیا جا چکا ہے) وہاں لغت عربی سے بھی اپنی ناواقفیت کا ثبوت فراہم کیا ہے کیونکہ عربی اصول دان حضرات پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ بشر اور انسان ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ بطور نمونہ چند مستند کتب لغت کے حوالہ جات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

قاموس اللغات طبع مصر پر لکھا ہے البشر محرکۃ الانسان ذکراً او انثیٰ واحداً او جمعاً الا یثنیٰ بشر کا مطلب ہے انسان خواہ مرد ہو یا عورت ایک ہو یا ایک سے زیادہ۔ کلیات ابو البقا پر لکھا ہے البشر ھو علم لنفس الحقیقۃ من غیر اعتبار کونھا مقیدۃ بالتشخصات والصور یعنی بشر نفس حقیقت انسانیہ کا نام ہے قطع نظر اس سے کہ وہ شخصی تشخصات اور فردی تعینات (جیسے وحدت و کثرت، تذکیر و تانیث، حسن و قبح وغیرہا) سے متصف و مقید ہو۔ قرآن و حدیث کی مشہور لغت مجمع البحرین طبع ایران پر لکھا ہے البشر الانسان الواحد والجمع والمذکر والمؤنث فی ذلک سواء یعنی بشر انسان کا دوسرا نام ہے اس لفظ میں مذکر و مؤنث واحد اور جمع برابر ہیں۔ اسی طرح لغات القرآن یعنی مقدمہ تفسیر مرآۃ الانوار پر لکھا ہے البشر الانسان ذکراً او انثیٰ کذا فی مرآۃ العقول للمجلسی یعنی بشر کا مطلب ہے انسان۔ اس میں مرد، عورت، واحد، جمع برابر ہے۔ مشہور لغت القرآن مفردات راغب اصفہانی پر لکھا ہے وعبّر عن الانسان بالبشر اعتباراً بظہور جلدہ من الشعر۔ انسان کو بشر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کا چمڑا بالوں میں ڈھکا ہوا نہیں بلکہ ظاہر ہے۔ اسی طرح عربی کی سب سے بڑی مبسوط و مفصل کتاب لسان العرب طبع بیروت پر لکھا ہے البشر الانسان الواحد والجمع والمذکر والمؤنث فی ذلک سواء۔ عصر حاضر کی مستند لغت المنجد پر لکھا ہے البشر الانسان ذکراً او انثیٰ واحداً و جمعاً۔ ان عبارتوں کا بھی مطلب وہی ہے جو مذکورہ بالا عبارات کا ہے۔ ان حقائق سے یہ بات نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ بشر و انسان ایک ہی حقیقت کے دو مختلف نام ہیں جنہیں کوئی دو مختلف

SIBTAIN.COM